

اسلام کیا ہے، دین یا مذہب؟

الحمد للہ! ہم اسلام کے نام لیوا ہیں اور اس سے وابستگی^(۱) کو اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ البتہ ہم میں سے اکثر لوگوں پر واضح نہیں کہ اسلام کا مفہوم کیا ہے اور اسلام سے وابستگی کے تقاضے کیا ہیں؟ اس حوالے سے بنیادی اور اہم ترین بات یہ ہے کہ ہم پر واضح ہو کہ اسلام دین ہے یا مروجہ مفہوم میں مذہب؟ اس سوال کا جواب طے کرے گا کہ اسلام کے ایک مسلمان سے عملی تقاضے کیا ہیں؟

دین کا مفہوم

لفظ ”دین“ بنا ہے دین سے جس کا لغوی مفہوم ہے بدلہ یعنی جزا و سزا۔ فَلَیْلِکَ یَوْمَ الدِّینِ (الفاتحہ: 3) کا ترجمہ ہے بدلے کے دن کا مالک۔ اسی جزا و سزا کے بنیادی تصور سے عربی زبان میں لفظ ”دین“ کے مفہوم میں انتہائی وسعت پیدا ہوتی ہے۔ جزا و سزا کسی ضابطہ اور قانون کے تحت ہی ہوتی ہے۔ اسی لیے سورہ یوسف کی آیت ۷۶ اور سورہ نور کی آیت ۲ میں دین کا لفظ قانون کے معنی میں آیا ہے:

﴿مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاكَ فِي دِينِ الْمَلِكِ﴾ (یوسف: 76)

”اُن (یعنی یوسف) کے لیے ممکن نہ تھا اپنے بھائی کو روکنا (مصر میں) بادشاہ کے قانون کے مطابق۔“

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْ كُفْرَهُمَا رَأْفَةً فِي دِينِ اللَّهِ﴾ (النور: 2)

”زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور اللہ کے اس قانون کے نفاذ میں تمہیں اُن پر کوئی ترس نہ آئے۔“

(۱) تعلق

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران: 19)
(بے شک اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہے)

دین اسلام کا جامع تصور

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

تنظیم اسلامی

دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، ملتان روڈ چوہنگ، لاہور 53800

فون: 78-35473375 (042)

ای میل: markaz@tanzeem.org ویب سائٹ: www.tanzeem.org

قانون اور ضابطہ تشکیل پاتا ہے نظام کے تحت۔ اسی لیے لفظ دین قرآن حکیم میں نظام کے معنی میں بھی آیا ہے۔ سورہ مؤمن کی آیت 26 میں فرعون کا اپنی قوم سے خطاب کے دوران قول نقل ہوا :

﴿إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ﴾ (المؤمن: 26)

”مجھے ڈر ہے کہ وہ (یعنی موسیٰ) بدل دے گا تمہارے نظام کو۔“

مندرجہ ذیل آیات میں بھی دین کا لفظ نظام کے لیے آیا ہے:

﴿وَيَكُونُ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ﴾ (انفال: 39)

”ہو جائے نظام پوری طرح سے اللہ کے لیے۔“

﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (التوبہ: 33، الفتح: 28، الصف: 9)

”تا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے (دین حق کو) غالب کر دیں پورے نظام زندگی پر۔“

﴿وَأَلَيْسَ لَكُمْ دِينُ الَّذِي أَزْتَضَى لَهُمْ﴾ (النور: 55)

”تا کہ اللہ ان کے لیے اُس نظام کو قائم کر دے جو اُس نے اُن کے لیے پسند کیا ہے۔“

نظام وہی تسلیم کیا جاتا ہے جس کی عملداری اور اطاعت ہو۔ لہذا قرآن حکیم میں دین کا لفظ اطاعت کے معنی میں بھی آیا ہے:

﴿وَلَهُ الدِّينُ وَاصْبَا﴾ (النحل: 52)

”اور اُس کی اطاعت ہے مسلسل۔“

﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر: 3)

”جان لو اللہ کے لیے ہے خالص اطاعت۔“

﴿وَمَا أُمْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾

﴿وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾^ط

(البینہ: 5)

”اور اُن کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنی اطاعت کو اُس کے لیے خالص کر کے، بالکل یک سو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہی ہے بالکل سیدھا دین۔“

مذکورہ بالا تمام مفہیم کو جمع کرتے ہوئے لفظ دین کا جامع اصطلاحی مفہوم ہے مکمل

نظام اطاعت۔ سورہ یوسف آیت ۴۰ میں لفظ دین ایسے نظام زندگی کے لیے آیا جس میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کی جائے:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ

الْقَيِّمُ﴾ (یوسف: 40)

”حکم دینے کا اختیار کسی کے لئے نہیں سوائے اللہ کے۔ اُس نے حکم دیا ہے کہ تم بندگی نہیں کرو گے مگر صرف اُس کی۔ یہی ہے بالکل سیدھا دین۔“

گویا دین سے مراد وہ نظام حیات ہے جو جملہ^(۱) معاملات زندگی میں رہنمائی کے لیے قوانین و ضوابط وضع کرے، اُن کی روشنی میں بدلے یعنی جزا و سزا کا تعین کرے اور پھر ان قوانین کی اطاعت و پابندی کا مطالبہ کرے۔ عملی طور پر آج دنیا میں مختلف نظام بائے اطاعت قائم ہیں۔ مثلاً:

- ایسے نظام کو جس میں قانون سازی کا اختیار عوام کے منتخب نمائندوں کو دے کر اُن کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کیا جائے ”دین جمہور“ کہا جاتا ہے۔

- ایسے نظام کو جس میں قانون ساز بادشاہ کو مان کر اس کی اطاعت کی جائے ”دین الملک“ کہا جاتا ہے۔

- ایسے نظام کو جس میں قانون ساز اللہ تعالیٰ کو مان کر اُس کے عطا کردہ قوانین کو نافذ کیا جائے ”دین اللہ“ یا ”اسلام“ کہا جائے گا۔

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی دین ہے کیونکہ صرف یہ ہی وہ مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام گوشوں کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے:

﴿ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾ (آل عمران: 19)

”بے شک اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہے۔“

﴿ أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾ (المائدة: 3)

”آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور میں نے پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا تمہارے لئے اسلام کو بطور دین۔“

اسلام کا مفہوم

اسلام کا مفہوم ہے گردن جھکانا، سر تسلیم خم کرنا، فرمانبرداری اختیار کرنا، حوالے

کردینا، *To submit, To surrender*

﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ

مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴾

(النساء: 125)

”اور اس سے بہتر دین کس کا ہو سکتا ہے کہ جس نے جھکا دیا اپنا چہرہ اللہ کے لئے اور وہ نیک بھی ہے اور اُس نے حضرت ابراہیمؑ کے راستے کی پیروی کی جو بالکل یسُو تھے اور ابراہیمؑ کو تو اللہ نے دوست بنا لیا تھا۔“

﴿ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾

(البقرة: 131)

”جب انہیں (ابراہیمؑ کو) اُن کے رب نے حکم دیا کہ میرا کہنا مانو، عرض کیا کہ میں نے فرمانبرداری اختیار کی تمام جہانوں کے رب کی۔“

صرف اسلام ہی کیوں دین ہے؟

اسلام کے سوا تمام الہامی نظریات کی تعلیمات جزوی ہیں لہذا اسلامی تعلیمات کے سوا کسی اور الہامی نظریہ کے تحت اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت نہیں ہو سکتی۔ صرف اسلام ہی ہے جو انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی دونوں گوشوں کے لیے ہدایات فراہم کرتا ہے۔ گویا اسلام دین یعنی مکمل ضابطہ حیات (A Complete System of Life) ہے جبکہ دیگر الہامی تصورات کی دستیاب صورت مغربی تصوّر مذہب کے مطابق مذاہب (Religions) کی ہے۔ عیسائیت اور یہودیت بھی اپنے اپنے دور کے اعتبار سے دین تھے لیکن موجودہ صورت میں نہ صرف غیر محفوظ، تحریف شدہ^(۱) بلکہ مسخ شدہ ہیں۔ عیسائیوں نے تو سینٹ پال کی سازش کے تحت شریعت کو ساقط^(۲) ہی کر دیا۔ واحد اسلام ہے جو حیات انسانی کے انفرادی اور اجتماعی یعنی جملہ گوشوں سے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے جبکہ دیگر مذاہب انسان کی صرف انفرادی زندگی کے گوشوں میں تعلیمات دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی مذہب کی کتاب کا اصل متن^(۳) تک محفوظ نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے خبردار فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي

الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ (آل عمران: 85)

”اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے تو وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔“

☆ اسلام کی ہدایات انفرادی معاملات کے لیے:

انسان کی انفرادی زندگی سے متعلق گوشوں کے لیے اسلام کی تعلیمات درج ذیل ہیں:

(i) عقائد: اس حوالے سے اسلام نے تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ ان تمام ہدایات کی

بنیاد تین ایمانیات ہیں یعنی توحید، رسالت اور آخرت۔

(۱) تبدیل شدہ (۲) ترک کرنا (۳) عبارت

(ii) عبادات: اسلام جو عبادات بندوں پر بعض شرائط کے ساتھ فرض قرار دیتا ہے وہ چار ہیں یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔

(iii) رسومات: خوشی اور غمی کے حوالے سے اسلام میں رسومات کی تفصیل بیان کی گئی ہیں۔ ان میں اہم رسومات ہیں عقیقہ، نکاح، تجہیز، تکفین اور تدفین۔

☆ اسلام کی ہدایات اجتماعی معاملات کے لیے:

انسانی زندگی کے تین بنیادی اجتماعی گوشوں سیاست، معیشت اور معاشرت کے حوالے سے اسلام کی تعلیمات حسب ذیل ہیں:

(i) سیاست: حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور بندوں کے لیے خلافت ہے۔ گویا انسانوں کو انسان اپنا محکوم اور غلام نہیں بنا سکتے۔

﴿إِنِ احْكُمُوا إِلَيْنَا﴾ (الانعام: 57، یوسف: 40، 67)

”حکم دینے کا اختیار کسی کے لئے نہیں سوائے اللہ کے“

سروری⁽¹⁾ زیبا فقط اُس ذات بے ہمتا⁽²⁾ کو ہے

حکمران ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

(ii) معیشت: ﴿لِللّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

(آل عمران 180، الحدید: 10)

”آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔“

مالک اللہ ہے اور بندوں کے لیے امانت ہے۔ جاگیردار/ سرمایہ

دارغریبوں کا خون نہیں چوڑ سکتے۔

اس امانت⁽³⁾ چند روزہ نزد ماست⁽⁴⁾

در حقیقت مالک ہر شے خداست

(iii) معاشرت: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ﴾

(الحجرات: 13)

”اے لوگو! ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے ایک مرد اور ایک عورت سے“

خالق اللہ ہے اور بندوں کے لیے مساوات ہے۔ سب انسان

برابر ہیں اور ہر اک کی جان، مال اور آبرو یکساں محترم ہے۔

آگیا عین لڑائی میں، اگر وقتِ نماز

قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس⁽¹⁾ ہوئی قومِ حجاز

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز⁽²⁾

نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اللہ تعالیٰ کو حاکم، مالک اور خالق ماننا اور بندوں کے لیے خلافت، امانت

اور مساوات تسلیم کرنا دراصل اجتماعی زندگی میں عقیدہ توحید کے لازمی نتائج ہیں لیکن

آج صورتِ حال یہ ہے کہ:

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی

آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلہ علمِ کلام!⁽³⁾

مذہب کا مفہوم

مذہب کا لفظ بنا ہے ذہب سے۔ اس کا لغوی مفہوم ہے جانے کی جگہ یعنی راستہ،

روش، طریقہ، پناہ گاہ۔ ایسے امور کا مجموعہ جنہیں ماننا اور اختیار کرنا انسان کے لیے

ذہنی اعتبار سے پناہ گاہ ہے۔ یہ وہ امور ہیں جنہیں وہ اپنی ذات یا کائنات کے بارے

میں بعض فطری سوالات کے جوابات کی وجہ سے یا ماحول کے زیر اثر قبول و اختیار کرنے

(1) زمین کو چومنا، مراد سجدہ بجالانا (2) مراد ہے آقا و غلام (3) فلسفہ عقائد

(1) حکمرانی (2) بے مثل (3) یہ امانت (4) ہمارے نزدیک ہے۔

پر مجبور ہوتا ہے۔ مثلاً ہر انسان کے اندر ایک فطری تقاضا ہے کہ کسی ذات کو اپنا آدرش^(۱) بنائے، نفع و نقصان اسی کی طرف منسوب کرے یعنی کسی ہستی کے بڑے ہونے کا عقیدہ اختیار کرے۔ پھر عقیدے کی روشنی میں جسے بڑا مانا ہے اُس کی پرستش کرے یعنی عبادات انجام دے۔ اسی طرح خوشی یا غمی کے موقع پر کچھ رسومات بجالا کر اپنی فطرت کی تسکین کا سامان کرے۔ گویا اصطلاحی طور پر عقائد، عبادات اور رسومات کے مجموعہ کو مذہب کہا جاتا ہے۔

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں اسلام کے لیے مذہب کی نہیں بلکہ دین کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ البتہ ہماری تاریخ کے ابتدائی دور میں مذہب کی اصطلاح دین کے مترادف کے طور پر وسیع مفہوم میں استعمال ہوتی رہی۔ یہ اصطلاح فقہی مسالک کے لیے استعمال کی جاتی تھی مثلاً مذہب حنفی، مذہب شافعی وغیرہ۔ مسلک میں انفرادی و اجتماعی دونوں اعتبارات سے قوانین و ضوابط موجود ہیں۔ مغربی تصورات کے تحت جب لفظ Religion کا ترجمہ مذہب کیا گیا تو اس سے اس اصطلاح کا مفہوم محدود ہو گیا۔ اب اس کا تعلق ہر انسان کی انفرادی زندگی سے سمجھا جاتا ہے اور یہ تین ہی امور سے بحث کرتا ہے یعنی عقائد، عبادات اور رسومات۔ اہل مغرب کی مجبوری تھی کہ وہ مذہب کو صرف انفرادی زندگی تک محدود سمجھیں اس لیے کہ اُن کے مذہب یعنی عیسائیت میں اجتماعی زندگی کے لیے کوئی رہنمائی موجود ہی نہیں۔

اسلام کے حوالے سے ہمارا طرزِ عمل

ہماری اکثریت بھی مغربی تصورات کے زیر اثر دین اسلام کو دین نہیں بلکہ مُرَوِّجہ مفہوم میں محض مذہب سمجھتی ہے۔ وہ انفرادی سطح پر چند مذہبی شعائر پر عمل کر کے مطمئن ہے۔ اسلام کی انفرادی و اجتماعی تمام تعلیمات پر عمل یعنی اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ (البقرہ: ۲۰۸) کے حکم قرآنی کو فراموش کیے ہوئے ہے۔ اُسے بحیثیت دین اسلام کے

مغلوب ہونے پر کوئی دکھ نہیں۔ اقبال نے اس صورت حال پر یوں شکوہ کیا:

وائے ناکامی متاعِ کارواں^(۱) جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں^(۲) جاتا رہا
ہوئی دین و دولت^(۳) میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری
جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی^(۴)

اسلام مذہب کیسے بن گیا؟

☆ طویل عرصے سے راج خاندانی نظامِ ملوکیت کا تقدُّس و بدبہ اس طرح سے لوگوں پر اثر انداز ہوا کہ وہ انتہائی سادہ اور عادلانہ نظامِ خلافت کو ذہنی طور پر قبول نہ کر سکے۔ عوام بادشاہوں کو شان و شوکت اور کُر و فر^(۵) کے ساتھ دیکھنے کے عادی تھے۔ خلفاء کا غریبانہ طرزِ زندگی اور تکلفات سے پاک اندازِ حکومت رواج نہ پاسکا اور دوبارہ ملوکیت کا غلبہ ہو گیا۔

☆ حکمرانوں اور دنیا دار مذہبی پیشواؤں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے گٹھ جوڑ کیا اور دوبارہ سے وہ ملوکیت اور جاگیرداری کا وہ نظام قائم ہو گیا جسے مذہبی پیشواؤں نے سندِ جواز^(۶) فراہم کی۔

☆ بادشاہوں نے سازش کے تحت ظلم و استحصال^(۷) کے خلاف جذبات کو سرد کرنے کے لیے قرآن کی جگہ دیگر علوم کی حوصلہ افزائی کی کیونکہ قرآن تو اپنے پڑھنے والوں کو ظلم و جبر کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی زوردار تلقین کرتا ہے۔ پھر جس نے عدل اور حق کی آواز بلند کی، حکمرانوں اُسے سختی سے کچل دیا۔ وہ کیفیت پیدا

(۱) قافلے کا سامان/پونجی (۲) نقصان کا احساس (۳) حکومت/سلطنت (۴) خونریزی

(۵) شان و شوکت (۶) جائز ہونے کی سند (۷) ناجائز حصول

(۱) نصب العین (۲) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾

ہوگئی کہ:

”مسلمان درگور.....مسلمانی در کتاب“^(۱)

☆ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں دین کی وحدت ختم ہوگئی۔ سیاست اور دین جدا ہو گئے اور تین اجزاء پر مشتمل تثلیث وجود میں آگئی:

(i) بادشاہ اور جاگیردار ”سیاسی امام“ بن گئے۔

(ii) علماء ”فقہی امام“ بن گئے۔

(iii) صوفیاء ”روحانی امام“ بن گئے۔

خلافتِ راشدہ تک دین کی وحدت برقرار تھی یعنی سیاسی، فقہی اور روحانی امامت خلفاء ہی کے پاس تھی لیکن بعد ازاں ہم نے دین کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی خلاف ورزی کی کہ:

﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ
وَكَانُوا شِيعًا ۗ كُلٌّ حِزْبٍ ۚ لِمَالَدَيْهِمْ فِرْحُونٌ ۗ﴾

(الرؤم: 31 تا 32)

”اور نہ ہو جاؤ شرک کرنے والوں میں سے یعنی اُن لوگوں میں سے جنہوں نے ٹکڑے کر دیا اپنا دین اور ہو گئے گروہ گروہ۔ ہر گروہ کے لوگ اُس پر جو اُن کے پاس ہے خوش ہیں۔“

☆ اہل دین صرف اہل مذہب بن گئے، علماء کا کام محض درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور خطیب مفتی اور قاضیوں کی تیاری رہ گیا۔ صوفیاء کا کام محض تزکیہ نفس رہ گیا۔ باہر نکل کر باطل کے خلاف اعلانِ جہاد اور کشمکش کا معاملہ ختم ہو کر رہ گیا۔

☆ بعد ازاں جب ان طبقات میں دنیا داری اور بگاڑ بہت بڑھ گیا تو ایک توجہ تالیبی

عبداللہ بن مبارک کو کہنا پڑا:

(۱) حقیقی مسلمان انتقال کر گئے اور اسلام کتابوں میں لکھا رہ گیا۔

هَلْ أَفْسَدَ الدِّينَ إِلَّا الْمُلُوكُ

وَ أَحْبَابُ سَوْءٍ وَ رُهْبَانُهَا

”نہیں دین میں بگاڑ پیدا کیا مگر بادشاہوں اور بُرے علماء و صوفیاء نے۔“

اقبال نے اس صورت حال پر یوں تبصرہ کیا:

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری^(۱)

اے گشتہ^(۲) مُلّائی و سلطانی و پیری

☆ ابتداء میں رجالِ دین^(۳) کو مجبوراً اپنی سرگرمیاں محض مذہبی معاملات تک محدود کرنی پڑیں لیکن رفتہ رفتہ تصور ہی محدود ہو گیا اور مذہبی سرگرمیوں کو ہی گل دین سمجھا جانے لگا۔

☆ آج اسلام کے اس محدود تصور کے زیادہ تر محافظ علماء اور اُن کے زیر اثر کام کرنے والی تحریکیں ہیں۔ ایسے علماء حق بھی موجود ہیں جو اسلام کے ہمہ گیر^(۴) تصور کو بیان کر کے اُس کے مطابق عمل اور اُس کے اجتماعی احکامات کے نفاذ کے لیے جدوجہد کی دعوت دیتے ہیں البتہ وہ خال خال^(۵) ہی نظر آتے ہیں۔

☆ اکثر و بیشتر حکومتیں بھی محدود مذہبی تصور والے کام کی پذیرائی کرتی ہیں کیوں کہ یہ کام عوام کو اُن کی عیاشیوں اور لوٹ مار کے خلاف جدوجہد سے غافل کر کے دیگر سرگرمیوں میں مصروف کر دیتا ہے۔

☆ محدود مذہبی تصور، سیکولرزم کے اس تصور کے ساتھ نہ صرف مطابقت رکھتا ہے بلکہ اُس کے لیے معاون بھی ہے مذہب کا تعلق صرف انفرادی زندگی سے ہے، اجتماعی معاملات اس کے دائرے میں نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ محدود مذہبی تصور والے کام کی پذیرائی^(۶) عالمی سطح پر کی جا رہی ہے۔

(۱) دل کا شیشے کی طرح صاف ہونا (۲) مارا ہوا یعنی صحیح عقائد سے گمراہ (۳) دینی لوگ

(۴) جامع/کامل (۵) اگا دکا۔ بہت کم (۶) حوصلہ افزائی

آج صورتِ حال کیا ہے؟

اللہ کے نزدیک تو دین صرف اسلام ہی ہے لیکن اس وقت دنیا میں غالب تصور سیکولرزم کا ہے۔ اس کے تحت انفرادی زندگی میں مختلف مذاہب پر عمل کیا جاسکتا ہے لیکن اجتماعی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سن دیا ذریعہ رہنمائی نہیں بنایا جاسکتا۔ اجتماعی معاملات، عوام کی کثرت رائے سے طے کیے جاتے ہیں۔ گویا سیکولرزم:

☆ ایک طرف ہمہ مذہبیّت ہے اور دوسری طرف لا دینیت۔ تمام مذاہب پر تو عمل ہو سکتا ہے لیکن سیکولرزم کسی الہامی دین کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ انفرادی زندگی میں الہامی تعلیمات پر عمل ممکن ہے لیکن اجتماعی زندگی میں الہامی احکامات کو قبول نہیں کیا جاتا۔

☆ تاریخِ انسانی میں نوعِ انسانی کی اللہ تعالیٰ سے بدترین بغاوت ہے جس میں اُس کی بڑائی و عملداری کو عبادت خانوں تک محدود کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

☆ صرف اور صرف اسلام کی ضد ہے۔ اسلام کے علاوہ دیگر الہامی تصورات مذاہب ہیں جن کے پاس اجتماعی معاملات کے حوالے سے رہنمائی ہے ہی نہیں۔ لہذا اُن کے لیے سیکولرزم سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایک ریاست میں ایک ساتھ کئی مذاہب پر عمل ہو سکتا ہے لیکن اجتماعی نظام ایک ہی ہوگا۔ وہ اسلام کی صورت میں اللہ کا عطا کردہ ہوگا اور یا پھر انسانوں کا وضع کردہ۔ گویا سیکولرزم سے اصل ضرب اسلام پر پڑتی ہے۔

سیکولرزم کا تصوّر درحقیقت یہودیوں کا وضع کردہ ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر ریاست میں اجتماعی معاملات میں مذہب کا عمل دخل ہو تو وہ اپنی قلیل تعداد کی وجہ سے پیچھے رہ جائیں گے۔ ریاستوں میں اپنی اجارہ داری⁽¹⁾ قائم کرنے اور دیگر قوموں کی

رگ جاں اپنے بچوں میں جھڑنے کے لیے انہوں نے سیکولرزم کے تصور کو پھیلا یا ہے۔
محدود مذہبی تصور کے نقصانات:

محدود مذہبی تصور کے تحت اسلام پر جزوی عمل ہوتا ہے جس کی سزا دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذابِ شدید ہے:

﴿أَفْتُوْا مَنْوَنَ بِبَعْضِ الْكُتُبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضِهَا فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَّفْعَلْ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ﴾ (البقرة: 85)

”تو کیا تم کتاب (الہی) کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کر دیتے ہو، تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں۔“

دنیا کا نقصان:

☆ امت کو باہم جوڑ کر رکھنے والا مقصد اقامتِ دین کی جدوجہد تھا یعنی اجتماعی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکامات و قوانین کے نفاذ کی کوشش۔ اس مقصد کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿أَنْ أَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۗ﴾ (الشورى: 13)

”قائم کرو دین کو اور اس معاملہ میں جدا جدا نہ ہو جاؤ!“

محدود مذہبی تصور کی وجہ سے امت کو جوڑنے والا یہ مقصد نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور امت کی وحدت کا شیرازہ بکھر گیا۔

☆ ہمارے اکثر و بیشتر اختلافات کی بنیاد مذہبی امور ہیں۔ مذہبی شعائر پر ہی سارا زور دینے سے تنگ نظری اور اختلافات نے تفرقہ کی صورت اختیار کی اور ہم فرقہ واریت کے عذاب میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے کی قوت کا مزہ چکھ رہے ہیں:

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ شِيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۗ أَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾﴾
(الانعام: 65)

”اے نبی ﷺ! فرمائیے اللہ قادر ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے یا تمہیں باہم ٹکرا دے گروہوں میں تقسیم کر کے اور تم میں سے بعض کو بعض کی قوت کا مزہ چکھا دے۔ دیکھئے ہم کیسے طرح طرح سے آیات بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ سکیں۔“

آخرت کا نقصان

☆ دین کے حصے بخرے کرنا یعنی کچھ احکامات پر عمل کرنا اور کچھ کو نظر انداز کر دینا شرک ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيْعًا ۗ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٣٢﴾﴾
(الروم: 31 تا 32)

”اور نہ ہو جاؤ شرک کرنے والوں میں سے یعنی اُن لوگوں میں سے جنہوں نے ٹکڑے کر دیا پناہ دین اور ہو گئے گروہ گروہ۔ ہر گروہ کے لوگ اُس پر جو اُن کے پاس ہے خوش ہیں۔“

شرک ایسا جرم ہے جسے اللہ معاف نہیں فرمائے گا سوائے اس کے کہ انسان توبہ کر کے اصلاح کر لے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا أَبْعِيدًا ﴿٣٦﴾﴾
(النساء: 116)

”بے شک اللہ تعالیٰ اس کو تو معاف نہیں کریگا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے سوا جس گناہ کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جس کسی نے اللہ کے ساتھ شرک کیا پس وہ تو بھٹک گیا بہت دور کا بھٹکنا“

☆ دین کے حصے بخرے کرنے والوں سے اللہ کے رسول ﷺ کا کوئی تعلق نہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيْعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۗ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾﴾
(الانعام: 159)

”بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو پھاڑ دیا (ٹکڑے ٹکڑے کر دیا) اور وہ ہو گئے گروہ گروہ۔ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ کو اُن سے کوئی سروکار (۱) نہیں ان کا معاملہ اب اللہ کی طرف ہے وہ اللہ تعالیٰ اُن کو جتلا دے گا جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔“

اندیشہ ہے کہ ایسے لوگ روز قیامت رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔

☆ تجروی اسلام پر عمل اللہ کے ہاں ناقابل قبول ہے اور آخرت میں خسارہ کا باعث ہے۔ ایسا کرنے والے ہدایت سے محروم رہتے ہیں اور اُن پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوتی ہے:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۗ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٥٠﴾﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٥١﴾﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاءُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٥٢﴾﴾ (آل عمران: 85 تا 87)

”اور جس کسی نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو پسند کیا تو وہ ہرگز اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ اللہ اس قوم کو کیسے ہدایت دے جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے حالانکہ انہوں نے گواہی دی تھی کہ بیشک رسول سچے ہیں اور وہ (رسول) ان کے پاس لائے ہیں واضح تعلیمات اور اللہ تعالیٰ ایسی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام کے تمام لوگوں کی“

☆ اسلام کے عادلانہ نظام کے عدم نفاذ کی وجہ سے نوع انسانی ظلم کا شکار ہے۔ اس زیادتی کے ذمہ دار ہم ہیں لہذا اس کا وبال^(۱) روز قیامت ہم پر آنے کا اندیشہ ہے۔

موجودہ صورت حال کا احادیث مبارکہ میں تذکرہ

☆ موجودہ صورت حال کی کیا واضح پیش گوئی^(۲) ان احادیث نبوی ﷺ میں کی گئی ہے:

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يُوْشِكُ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ (سبھی)

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اندیشہ ہے لوگوں پر ایسا زمانہ آنے کا کہ اسلام میں اس کے نام کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا اور قرآن میں اس کے رسم الخط کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا۔“

((بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ قَطُوبِي لِلْغُرَبَاءِ))

(مسلم)

”اسلام ابتدا میں لوگوں کے لیے اجنبی تھا اور یہ عنقریب دوبارہ اسی طرح ہو جائے گا پس خوشخبری ہے اس وقت اسلام پر عمل کرنے والوں کے لیے۔“

کرنے کا اصل کام

(1) ضرورت اس بات کی ہے کہ دین کا صحیح علم سیکھیں تاکہ پھر سے اسلام کو اُس کے ہمہ گیر^(۱) اور وسیع تصور کے ساتھ زندہ کرنے کی جدوجہد میں شریک ہو سکیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَبَيِّنَةٌ وَبَيْنَ النَّبِيِّينَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ (سنن دارسی)

”جسے موت آئے اس حال میں کہ وہ علم حاصل کر رہا ہوتا کہ اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کرے تو جنت میں اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔“

کیا فردوسی^(۲) مرحوم نے ایران کو زندہ

خدا توفیق دے تو میں کروں ”اسلام“ کو زندہ

آج اسلام زندہ ہے بطور مذہب لیکن مغلوب ہو گیا ہے ہے بطور دین۔ دین کے علم میں اصل اہمیت قرآن حکیم کے سیکھنے اور سکھانے کو حاصل ہے۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم و تعلم^(۳) قرآن کو اسلام کے غلبے کے لیے بنیادی اہمیت دی جائے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((لَإِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ الْآخَرِينَ))

(مسلم)

”بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت قوموں کو عروج عطا کرے گا اور اس کتاب کو چھوڑنے کی وجہ سے ذلیل کر دے گا۔“

(2) جب یہ تصور بیدار ہوگا کہ اسلام مذہب نہیں دین ہے تو لازماً یہ حقیقت واضح ہوگی کہ دین اپنی نوعیت کے اعتبار سے اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ وہ دین درحقیقت

(۱) مکمل (۲) فارسی زبان کے ایک مشہور شاعر (۳) سکھانا اور سیکھنا

(۱) سزا/عذاب (۲) پیش گوئی یا پیشین گوئی (دونوں طرف سے درست ہے)

دین ہی نہیں جو غالب نہ ہو۔ ایک معاشرے میں ایک ساتھ کئی مذاہب پر عمل ہو سکتا ہے، لیکن دین صرف اور صرف ایک ہی ہوگا۔ لہذا اسلام غالب ہوگا یا مغلوب۔

(3) اب مسلمان دین کے اس مطالبہ کو سمجھیں گے کہ محض عقائد، عبادات اور رسومات ہی سے اسلام پر عمل کا حق ادا نہ ہوگا بلکہ زندگی کے اجتماعی معاملات میں بھی اسلام کے احکامات کے نفاذ کے لیے جدوجہد کو ہمیں مقصد زندگی بنانا ہوگا:

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی⁽¹⁾

میں اسی لئے مسلمان میں اسی لئے نمازی

اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الَّذِينَ رَضُوا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا

وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا (آمین)

(اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو راضی ہوئے اللہ تعالیٰ کے

رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر)

(آمین)

☆ — ☆ — ☆